علامہ اقبال اور پشتون*

محمد نواز طائر

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند!

پشتون سرزمین روہ کے باسی جو افغان اور پٹھان کے نام سے تاریخ میں عرصہ دراز سے پہچانے جاتے ہیں اپنی فطری خصوصیات کی بنا پر غیور اور جسور بھی ہیں اور سخت کوش بھی غالباً اپنے جغرافیائی محل وقوع نے تاریخ کے ہر دور میں ان کو زندہ رہنے کے وہ گر سکھائے ہیں جو ایک زندہ و پائندہ ملت کے لیے از حد ضروری ہوتے ہیں پشتون ملت یا ملت افاغنہ نے جو ہمیشہ سے قبائل میں منقسم رہی ہے اپنی قبائلی روایات کو اس لیے سینے سے لگائے رکھا کہ ان میں ان کی شرافت وحمیت اور نجابت و پاکیزگی کا راز پوشیدہ ہے۔ قبیلے کی شان، خاندان کی عظمت اور فرد کے ذاتی کردار کو ہمیشہ اس ملت نے ایک دوسرے کے ساتھ منسلک رکھا ہے ان تقاضوں کے پیش نظر پشتون قبائل نے اپنے لیے ''پشتو'' کے نام سے ایک ضابطہ اخلاق مرتب کیا ہے جو انسان کی تمام اعلیٰ صفات اور خوبیوں کا مظہر بھی ہے اور ان کا احاطہ بھی کرتا ہے یہی پشتونوں کی انفرادی، قبائلی اور اجتماعی کردار کی کسوٹی ہے اسی بنیاد پر پشتون اپنے معاشرے اور قبائل میں افراد کی جانچ پرکھ کرتے ہیں اور اسی بنا پر ان کے لیے وہ آئیڈیل بنتا ہے جسے پشتون ننگیال یا مرد حر کہتے ہیں یہ شخص چاہے اپنے

گھرانے میں ہو، چاہے خاندان، خیل یا قبیلے میں،

---

*علامہ اقبال کے ایک سو تیسرے یوم پیدائش پر منعقدہ تقریب (9 نومبر 1980 کے موقعہ پر پڑھا گیا

---

1 ''کلیات اقبال اردو'' (''بال جبریل'') ص 446

قبائل کی آنکھوں کا تارا ہوتا ہے یہی وہ لوگ ہیں جو بقول علامہ:

ملت آوارہ کوہ و دمن
در رگ او خون شیراں موجزن

زیرک و روئیں تن و روشن جبیں
چشم او چوں جرہ بازاں تیز بیں

مگر اس کے باوجود بھی

قسمت خود از جہاں نا یافتہ
کوکب تقدیر او ناتافتہ

چونکہ پشتونوں کی عام تربیت ایسے ماحول میں ہوتی ہے جہاں فرد میں اس قسم کی صفات از خود پیدا ہو جاتی ہیں اس لیے جو شخص ان صفات میں زیادہ ممیز اور اکمل ہو وہی پشتونوں کی نظر میں حقیقتاً صاحب کردار کہلانے کا مستحق ہوتا ہے اور وہی صاحب دستار ہونے کا بھی حق دار ہوتا ہے اگرچہ پشتونوں کی یہ روایت ان کا قومی خاصہ ہے لیکن اگر کوئی اس بات پر غور کرے تو بنیادی طور پر یہی اسلام کی تعلیمات کا نچوڑ ہے یعنی ''ان اکرمکم عنداللہ اتقکم'' (قرآن مجید 13:49)

فرد کے کردار میں ہر دل عزیزی تب پیدا ہوتی ہے کہ وہ ہمہ صفت موصوف ہو'' چہ کلی بہ نامہ لری یو خوئی لا نو روخہ لری'' شہر جس کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں وہ اوروں سے کسی نہ کسی خوبی میں افضل اور فائق ہوتا ہے لیکن پشتون معاشرے میں چونکہ افراد اپنے گردو پیش یا خاندان، خیل اور قبیلے میں ایک دوسرے پر فوقیت اور سبقت حاصل کرنے کے متمنی ہوتے ہیں اس لیے بسا اوقات ان کی مثبت پشتو اپنا اصلی رنگ کھو کر اس کی جگہ منفی پشتو یعنی ''تر بو رولی'' اور اس قسم کی دوسری قباحتیں پیدا کر دیتی ہیں حالانکہ وہ خوب سمجھتے ہیں کہ پشتو اعلیٰ ترین صفات و کردار کا نام ہے لیکن دوسری طرف وہ پشتو کی اس بگڑی ہوئی شکل کو بھی اپنانے پر مجبور ہوتے ہیں اس کشمکش وہ پیکار نے ہمیشہ سے پشتونوں کو خانگی چپقلشوں اور جدال و قتال میں مصروف رکھا ہے اگر چہ پشتون کا اصل جوہر پشتونولی میں مضمر ہے

---

2 ''کلیات اقبال فارسی'' (''پیام مشرق'') ص 188

---

3 ایضاً

لیکن باہمی رقابتوں نے ہمیشہ اس جوہر کو ناکارہ اور زنگ آلود رکھا

امتاں اندر اخوت گرم خیز

اور برادر با برادر دو متیز

شاعر مشرق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی فراست اور دور بین نگاہی نے پشتونوں کے اس جوہر حقیقی کو دیکھ لیا تھا اور اپنی شاعری میں، چاہے وہ اردو زبان میں ہے یا فارسی میں، انہوں نے ''مرد حر'' اور فطرت کے مقاصد کا نگہبان ہونے کی صفات جن لوگوں میں دیکھیں ان میں مرد صحرائی اتو اعرب تھیں اور مرد کوہستانی

پشتون قبائل جو جدا جدا قبیلوں اور خیلوں میں بٹے ہوئے ہیں اور جنہیں علامہ ''ملت آوارہ کوہ و دمن'' کہہ کر پکارتے ہیں اقبال اپنی تمام زندگی میں مردِ مومن کی تلاش میں رہے اور ان کے مردِ مومن کے لیے آزاد فضاؤں اور اعلیٰ کردار و صفات کا جو معیار اسلام نے مقرر کیا تھا وہی معیار اگرچہ عام طور پر اس زمانے میں مسلمانانِ عالم میں ظاہری طور پر مفقود دکھائی دیتا تھا لیکن حضرت علامہ یکسر نا امید نہ ہوئے تھے وہ جانتے تھے کہ مغرب کی جو ہوا چلی ہے اگرچہ اس نے عالم اسلام کو بے تحاشا نقصان پہنچایا ہے اور ملت اسلامیہ جو انحطاط اور نا امیدی کی فضا سے دوچار ہے، اس میں ابھی کچھ لوگ ایسے ہیں جن میں زندگی کی حرارت بھی ہے اور جو فطرت کے مقاصد کی نگہبانی کی اہلیت بھی رکھتے ہیں:

وحشت نہ سمجھ اس کو اے مردکِ میدانی

کہسار کی خلوت ہے تعلیم خود آگاہی!

علامہ نے اپنے کلام میں اکثر موقعوں پر یا تو پشتونوں کو براہ راست خطاب فرمایا ہے یا پھر شیر شاہ سوری، خوشحال خان خٹک، احمد شاہ ابدالی، سید جمال الدین افغانی، غازی امان اللہ خاں محمد نادر شاہ اور محمد ظاہر شاہ وغیرہ کے حوالے سے اور یا غلام قادر روہیلہ اور محراب گل افغان کی صورت میں ان سے خطاب کیا ہے اس کے علاوہ ان کی ایک ہم مثنوی ''مسافر'' بھی اس موضوع پر لکھی گئی ہے یہ کتاب علامہ کے سفر افغانستان کی سرگزشت ہے شاعر مشرق نے شاہ افغانستان کی دعوت پر 1933ء میں ''سرزمین بے آئین'' کا سفر کیا تھا اس سفر میں آپ پشاور سے ہو کر کابل، غزنی اور قندھار گئے۔

علامہ اقبال کے کلام کے وہ حصے جو ''ضرب کلیم''، ''جاوید نامہ''، ''بانگ درا'' اور ''بال جبریل'' وغیرہ میں ہم پڑھتے آئے ہیں ان کا ذکر تو اکثر ہوتا رہا ہے لیکن مثنوی ''مسافر'' جو اس موضوع پر علامہ کے کلام کا اہم ترین حصہ ہے اکثر نظر انداز کیا جاتا رہا ہے مثنوی ''مسافر'' کے آغاز میں جب حضرت علامہ اٹک کے اس پار کا ذکر چھیڑتے ہیں اور جب ان کی نگاہ سرزمین روہ کے پہاڑوں اور اس میں بسنے والے قبائل پر پڑتی ہے تو نوجوان افغان شہزادے محمد ظاہر شاہ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

سوختیم از گرمی آواز تو
اے خوشا آں قومے کہ وا اند راز تو
از غم تو ملت ما آشناست
مے شناسیم ایں نواہا از کجاست
اے بہ آغوش سحاب ما چو برق
روشن و تابندہ از نور تو شرق
یک زماں در کوہسار ما درخش
عشق را باز آں تب و تابے بہ بخش
تا کجا در بندہا باشی اسیر
تو کلیمی راہ سینائے بگیر!

یہاں یہ بات غور طلب ہے کہ جس طرح ''جاوید نامہ'' میں جاوید کو برصغیر جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کی نوجوان نسل کی علامت کے طور پر پیش کیا گیا ہے اسی

طرح مثنوی ''مسافر'' میں محمد ظاہر شاہ ملت افاغنہ کی نوجوان نسل کا نمائندہ قرار دیا گیا ہے۔

خیبر کی سرزمین سے گزرتے ہوئے علامہ کی شناسائی جب ان افغان قبائل سے ہوتی ہے جن کے آباؤ اجداد صدیوں سے درہ خیبر اور اس کے دونوں جانب تیراہ و شلمان کے کوہساروں میں مقیم رہے ہیں اور جنہوں نے ہر دور میں اپنی آزادی اور حریت کو قائم رکھا ہے تو اس سرزمین اور اس کے مکینوں کے بارے میں علامہ جو تاثر قائم کرتے ہیں اس سے علامہ کی پشتونوں سے بے پناہ محبت اور ان پر غیر متزلزل اعتماد کا بھی پتا چلتا ہے فرماتے ہیں:

---

2 ''کلیات اقبال فارسی'' (''مسافر'') ص852

خیبر از مردان حق بیگانہ نیست
در دل او صد ہزار افسانہ ایست!

سبزہ در دامان کہسارش مجوے
از ضمیرش برنتاید رنگ و بوے
سر زمینے کبک او شاہیں مزاج
آہوے او گیرد از شیراں خراج!
در فزایش جرہ بازاں تیز چنگ
لرزہ برتن از نہیب شاں پلنگ!
لیکن از بے مرکزہ آشفتہ روز

بے نظام و نا تمام و نیم سوز!
فر بازاں نیست در پرواز شاں
از تدرواں پست تر پرواز شاں!
آہ قومے بے تب و تاب حیات
روزگارش چوں صلوت بے امام!
ریزریز از سنگ او مینائے او
آہ! از امروز بے فردائے او!

یہ تاثر کیونکر پیدا ہوا؟ اس لیے کہ علامہ کو جس ملت میں زندگی کی حرارت اور تڑپ نظر آتی تھی وہی ملت ان کو آوارہ اور بغیر رہبر و راہ نما کے گم کردہ راہ نظر آئی انہیں یہ قبائل یوں دکھائی دیے گویا بے امام نمازیوں میں کوئی سجدے میں ہو، کوئی قیام اور قعود میں ہو حالانکہ ان کی منزل اور مطمح نظر ایک ہی ہے۔

قوموں میں جب راہ نمائی کرنے والوں کا فقدان ہو جائے تو ان کی حالت بلا شبہ ایسی ہی ہو جاتی ہے، چاہے ان کے پاس کوئی نظریہ، کوئی منزل مقصود یا کوئی تصور حیات کیوں نہ موجود ہو۔ اس تصور حیات، اس نظریے اور اس منزل مقصود پر سب کو یک جا کرنے کے لیے کسی قومی رہبر اور فعال راہ نما اور میر کارواں کی ضرورت ہوتی ہے اس زمانے میں جب علامہ درہ خیبر سے گزر رہے تھے تو ان کو اگرچہ پشتونوں میں حریت و آزادی کی فطری صفات صاف دکھائی دے رہی تھیں اور ان کو یہ بھی علم تھا کہ اپنے دین اور عقیدے کے ساتھ ان کا کس قدر لگاؤ ہے، ان کو یہ بھی معلوم تھا کہ یہ لوگ بیرونی حاکموں سے کیونکر برسرپیکار ہیں اور وہ یہ بھی

جانتے تھے کہ یہ غیور قبائل عالم اسلام کے لیے اپنے سینوں میں کتنا بے پناہ درد رکھتے ہیں لیکن ساتھ ہی ان کو اس کا علم بھی تھا کہ یہ لوگ اپنے کسی رہبر اور راہ نما کے بغیر کس حال میں ہیں

---

7 ایضاً، ص 852-853

اس لیے تو وہ پکار اٹھے

آن یکے اندر تجو، ایں در قیام
کاروبارش چوں صلوت بے امام!

اور پھر چلتے چلتے اقوام سرحد سے خطاب فرمایا

اے زخود پوشیدہ خود را بازیاب
در مسلمانی حرام است ایں حجاب!
رمز دین مصطفیٰ دانی کہ چیست
فاش دیدن خویش را شاہنشہی است!
چیست دیں؟ دریافتن اسرار خویش
زندگی مرگ است بے دیدار خویش
آن مسلمانے کہ بیند خویش را
از جہانے برگزیند خویش را
از ضمیر کائنات آگاہ اوست
تیغ لا موجود الا اللہ اوست

اور پھر سرحد کے پشتونوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں (تم نے اپنی یہ کیا

حالت بنا رکھی ہے؟) تم جو کہ ایک زندہ قوم ہو اور مشیت نے تمھیں ایک اعلیٰ اور ارفع مقصد کے لیے پیدا کیا ہے تم کیوں نہ اس مقصد کے لیے ہمہ تن مصروف عمل ہوئے؟ تم اپنی غفلت شعاری کو کیوں نہیں محسوس کرتے اور اپنی اس زبوں حالی سے خود کو نکالنے کے لیے جدوجہد میں کیوں تامل کرتے رہے ہو؟ فرماتے ہیں:

در جہاں آوارہ بے چارہ
وحدتے گم کردہ صد پارہ
بند غیر اللہ اندر پاے تست
داغم از داغے کہ در سیماے تست

پھر پشتونوں کو وحدت ملی اور اتحاد قومی کا درس دیتے ہیں اور اس اعلیٰ و ارفع مقصد کی خاطر جس میں سارے مسلمانان عالم کے وجود اور ارتقا کا راز پنہاں ہے اور جو علامہ کے لیے سب سے زیادہ اہمیت کا حامل رہا ہے اور جسے وہ ہر کہیں پیدا کرنے کے متمنی اور آرزومند تھے اسے وہ سب سے پہلے پشتونوں میں دیکھنا چاہتے تھے وہ حضرت مولانا جلال الدین بلخیؒ کی ایک نصیحت ملت افاغنہ کو یاد دلاتے ہیں اور فرماتے ہیں

رزق از حق جو، مجو از زید و عمر
مستی از حق جو، مجو از بنگ و خمر

---

8 ایضاً، ص 854 9 ایضاً ص 855

گل مخور، گل را مخور گل را مجو
زآنکہ گل خوار است دائم زرد رو

دل بجو تا جاوداں باشی جواں
از تجلی چہرہ ات چوں ارغواں
بندہ باش و بر زمیں رو چوں سمند
چوں جنازہ نے کہ بر گردن برند!

یہی مرد کی زندگی کا راز ہے اور اس میں وہی قوت پنہاں ہے جو انسان کو فطرت کے سربستہ رازوں کو آشکارا کرنے کی صلاحیت بخشتا ہے اور اسے ان مخفی طاقتوں کو اپنی اور انسانیت کی فلاح کے لیے کام میں لانے کی قوت اور استعداد مہیا کرتا ہے یہی قوت جب مجتمع ہو کر وحدت ملی میں آشکارا ہو جائے تو اس سے وہ قوت عالم وجود میں آتی ہے جو حیات بخش، حیات آفرین اور حیات جاوداں کا سبب بنتی ہے اور اس کے افراد پھر امامت اور رہبری کے حق دار بھی ہو جاتے ہیں عالم انسانیت کے لیے ان کا وجود خدا کی رحمت اور ذریعہ برکت بن جاتا ہے۔

علامہ ملت افاغنہ کے ہر فرد سے اسی کردار کا نمائندہ بننے کی توقع رکھتے ہیں اور ان سے پرزور درخواست کرتے ہیں:

پور آزر کعبہ را تعمیر کرد
از نگاہے خاک را اکسیر کرد
تو خودی اندر بدن تعمیر کن
مشت خاک خویش را اکسیر کن

پشتونوں کی پشتو حقیقت میں انہی اعلیٰ صفات و اقدار کا آئینہ ہے

یہی وہ جوہر حقیقی ہے جو اس مرد کوہستان کے مرد مومن ہونے کی دلیل اور

پہچان ہے اقبال پشتونوں کے اس جوہر حقیقی کی نشوونما کے متمنی تھے اور اسے مزید جلا دینے کے آرزومند تھے، اس لیے کہ انہیں یقین تھا کہ:

کڑکا سکندر بجلی کی مانند
تجھ کو خبر ہے اے مرگ ناگاہ!
نادر نے لوٹی دلی کی دولت
اک ضرب شمشیر! افسانہ کوتاہ!
افغان باقی، کہسار باقی!
الحکم للہ! الملک للہ!

---

10 ایضاً 11 ایضاً852

---

12 ''کلیات اقبال اردو'' (''ضرب کلیم'') ص268

دوسری جنگ عظیم کے بعد وقت کے دھارے نے اس سرزمین کے مکینوں کو ایک عجیب انداز سے اپنی لپیٹ میں لے لیا آہنسا، زر پرستی اور اشتراکیت نے نہ جانے خیبر اور ماورائے خیبر کیا کیا گل کھلائے ہیں با ایں ہمہ اب بھی خیبر کے باسیوں میں مردان حق پرست کی کمی نہیں اور حال کے واقعات نے تو یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ یہ لوگ اب بھی ان توقعات پر پورے اتر سکتے ہیں جو علامہ اقبال کی نظر میں مقاصد فطرت کی تکمیل کے لیے ان سے وابستہ ہیں ان پرآشوب حالات میں اپنے اسلاف کی روح جلیلہ کے وارث اپنی ان صلاحیتوں کو بروئے کار لا رہے ہیں جو اقبال کے نزدیک حق بینی، حق گوئی اور حق جوئی کی مظہر ہیں اور ایک بار پھر دنیا پر یہ حقیقت ثابت کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں کہ:

خیبر از مردان حق بیگانہ نیست
در دل او صد ہزار افسانہ ایست
سبزہ در دامان کہسارش مجوے
از ضمیرش بر نتابد رنگ و بوے
سر زمینے کبک او شاہیں مزاج
آہوے او گیر داز شیران خراج
در فضایش جرہ بازاں تیز جنگ
لرزہ بر تن از نہیب شان پلنگ!

☆☆☆☆☆

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved
©2002-2006